دارالافتاء

السوال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

معذرت کے ساتھ استاذ محترم بنوری ٹاؤن کا جو فتوی بھیجا جا رہا ہے اس میں اور اسی طرح جامعہ سے جو پہلے فتوی جاری ہوا (جس سے اب رجوع کر لیا گیا) اس میں صدقۂ فطر کی ادائیگی میں جس آدمی پر صدقۂ فطر واجب ہے اس کی جگہ کا اعتبار کیا گیا ہے، صراحتاً حوالہ بھی درج کیا گیا ہے کہ "مکان المؤدی" کا اعتبار ہوگا اور اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے، لہذا مہربانی فرما کر اس پر نظر ثانی فرما دیں کہ کس جگہ کا اعتبار ہوگا؟

استاذ جی تمام دیگر دارالافتاء سے تقریباً یہی جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ شخص اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا اسی جگہ کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرے جہاں یہ شخص موجود ہے۔ کیا یہ قول مرجوح ہے؟ اور ہمارے ادارے کے ہاں رائج اس کا عکس ہے یا مجھے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہو رہی ہے؟

سعودیہ میں مقیم شخص صدقۂ فطر کہاں کے حساب سے ادا کرے؟ اگر وہ صدقۂ فطر پاکستان بھیجنا چاہے تب کیا حساب ہوگا؟ یا پاکستان والے اس کی طرف سے ادا کریں؟ بالتفصیل آگاہ فرمائیں، اگر سعودیہ میں مقیم والد پاکستان میں موجود اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے دینا چاہے تو کیا حساب ہوگا؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں دو مسئلے ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ صدقۃ الفطر کہاں ادا کیا جائے گا جبکہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ صدقۃ الفطر اگر جنس کی صورت میں نہیں دیا جا رہا بلکہ قیمتاً ادا کیا جا رہا ہے تو صدقۃ الفطر ادا کرنے والا جہاں موجود ہے وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا یا جہاں صدقۃ الفطر ادا کرنے والے کا مال موجود ہے اس جگہ کا اعتبار ہوگا۔

پہلے مسئلہ میں کہ زکوۃ، عشر، صدقۃ الفطر وغیرہ میں ادائیگی کے وقت کس جگہ کے فقراء کا اعتبار ہوگا تو اس بابت اتفاق ہے کہ زکوۃ میں اس علاقے کے فقراء کا اعتبار ہوگا جہاں زکوۃ دینے والے کا مال موجود ہے اس کے برخلاف صدقۃ الفطر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ جہاں رؤوس موجود ہوں گے ان کا صدقۃ الفطر وہاں کے فقراء کو دیا جائے گا نہ کہ مؤدی کے مکان کے فقراء کو مثلاً مؤدی دبئی میں رہتا ہے جبکہ اس کے نابالغ بچے پاکستان میں رہتے ہیں اس قول کے اعتبار سے مؤدی اپنے نابالغ بچوں کا صدقۃ الفطر پاکستان کے فقراء کو دے گا۔

جبکہ دوسرا قول جس کو اصح اور مفتی بہ قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ صدقۃ الفطر میں مکان مؤدی کے فقراء کا اعتبار ہوگا نہ کہ مکان رؤوس کے فقراء کا اس کی وجہ صاحب درمختار نے یہ بیان کی ہے "لأن رؤوسهم تبع لرأسه" چونکہ رؤوس یعنی بال بچے مؤدی کے تابع ہیں اس لئے جہاں مؤدی ہوگا وہیں کے فقراء میں صدقۃ الفطر ادا کیا جائے گا درمختار کی مکمل عبارت یہ ہے "والمعتبر فی الزكاة فقراء مكان المال وفی الوصية مكان الموصی وفی الفطرة مكان المؤدی عند محمد وهو الأصح"

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دارالافتاء

(درمختار ۲/۳۵۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید) اس جزیئے کا حاصل یہ ہے کہ زکوۃ میں جہاں مال موجود ہے وہاں کے فقراء کا اعتبار ہوگا جبکہ صدقۃ الفطر میں ادا کرنے والے کے مکان کے فقراء کا اعتبار ہوگا۔

مذکورہ تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صدقۃ الفطر کی ادائیگی میں فقہاء کرام نے مکان مؤدی کا جو اعتبار کیا ہے وہ وہاں کے فقراء میں مال کی تقسیم کے اعتبار سے ہے نہ کہ مال کی تقویم کے اعتبار سے مثلاً اگر مؤدی دبئی میں رہتا ہے تو وہ صدقۃ الفطر وہیں کے فقراء کو ادا کرے گا نہ کہ پاکستان کے فقراء کو، چاہے اس کے بال بچے پاکستان میں ہوں یا اس کا مال پاکستان میں ہو، لیکن بعض حضرات نے اس جزیئے کو جو تقریباً ہماری تمام کتب میں موجود ہے، دونوں مسئلوں پر محمول کرلیا ہے یہی تسامح ہم سے پہلے فتوے میں بھی ہوا تھا جس کی تصریح آگے آرہی ہے۔

جہاں تک دوسرے مسئلہ کا تعلق ہے کہ صدقۃ الفطر اگر گندم، جو وغیرہ اجناس کی صورت میں نہیں دیا جارہا بلکہ قیمتاً دیا جارہا ہے تو کہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟ تو اس بارے میں ایک اصول تو یہ ہے کہ صدقۃ الفطر کے احکامات وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں سوائے چند صورتوں کے جن کو صدقۃ الفطر میں فقہاء نے مستثنیٰ کیا ہے، لہٰذا اس اصول کے مطابق زکوۃ میں چونکہ مکان مال کی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح صدقۃ الفطر میں بھی مکان مال کی قیمت کا اعتبار ہوگا نہ کہ مؤدی کے علاقے کی قیمت کا، چنانچہ اس اصول کی واضح تشریح در مختار پر اس طرح کی گئی ہے" وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الإعتاق" (درمختار ۲/۲۸۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید) یعنی زکوۃ، عشر وخراج، صدقۃ الفطر، نذر اور کفارہ میں قیمت ادا کرنا جائز ہے اس کے بعد صاحب درمختار نے اختصاراً اس بات کو ذکر فرمایا کہ زکوۃ، فطرہ وغیرہ میں قیمت کا اعتبار یوم وجوب کا ہوگا یا یوم الاداء کا، نیز اس کے بعد سوائم کی زکوۃ میں یوم الاداء پر اجماع نقل کیا ہے پھر اس کے بعد صاحب درمختار لکھتے ہیں" ويقوم في البلد الذي المال فيه" (درمختار ۲/۲۸۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید) کہ ان تمام چیزوں میں چاہے زکوۃ ہو، عشر وخراج ہو یا صدقۃ الفطر وغیرہ اس میں مال کی تقویم اس شہر کے اعتبار سے ہوگی جہاں مال موجود ہے چنانچہ اس کے حاشیہ میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال دے کر اس کو واضح فرماتے ہیں "فلو بعث عبدا للتجارة في بلد آخر يقوم في البلد الذي فيه العبد" (شامی ۲۸۶/ ۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید) کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو تجارت کیلئے کسی دوسرے شہر بھیجتا ہے تو اس غلام کی تقویم اس شہر کے اعتبار سے ہوگی جہاں غلام موجود ہے چونکہ غلام مال ہے اور وہ دوسرے شہر میں موجود ہے، لہٰذا اس کی تقویم بھی اسی جگہ کے اعتبار سے ہوگی نہ کہ اس جگہ کے اعتبار سے جہاں مولی موجود ہے، معلوم ہوا کہ زکوۃ میں جس طرح قیمت کی تقویم مکان مال کے اعتبار سے ہوتی ہے اسی طرح صدقۃ الفطر کی قیمت کی تقویم بھی وہیں کی معتبر ہوگی جہاں مال موجود ہے۔

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کا حاصل یہ ہے کہ پہلے مسئلہ کا تعلق فقراء کے ساتھ ہے یعنی صدقۃ الفطر ادا کرنے والا آیا اپنے علاقے کے فقراء کو ادا کرے گا یا جس علاقے میں اس کے بال بچے یا مال موجود ہے وہاں کے فقراء کو ادا کرے گا یہ صرف اس صورت میں ہے جب ادا کرنے والا اپنے بچوں کا صدقۃ الفطر ادا کررہا ہو کیا جائے جبکہ دوسرے مسئلے کا تعلق اس بات سے ہے کہ صدقۃ الفطر میں قیمت دیتے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دارالافتاء

وقت آیا سوڈی کے علاقے کے نرخ کا اعتبار کیا جائے گا یا اس علاقے کے نرخ کا اعتبار ہوگا جہاں اس کا مال موجود ہے جس کی تفصیل ہم نے بیان کردی۔

البتہ اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ درمختار کے جس جزئیہ کو مکان سوڈی والے مسئلہ میں صریح کہا جارہا ہے وہ درست نہیں کیونکہ اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ کوئی شخص سونے، چاندی کے علاوہ نقد میں زکوۃ، فطرہ وغیرہ دینا چاہتا ہے تو اس صورت میں مثلاً ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کیا ہوگی، اس کی تقویم میں اس مکان کا اعتبار ہوگا جہاں مال موجود ہے۔ اس اصولی جزئیہ سے یہ کہاں ثابت ہورہا ہے کہ صدقۃ فطر میں گندم وغیرہ کی تقویم بھی اس جگہ کے اعتبار سے ہوگی جہاں مال موجود ہے لہذا اس اصولی جزئیہ سے صدقۃ فطر کی ادائیگی میں مکان مال کا اعتبار کرنا محل نظر ہے۔ اس اشکال کے جواب میں بندہ عرض کرتا ہے کہ تقویم کے بارے میں یہ جزئیہ "ویقوم فی البلد الذی المال فیہ" عام ہے یہ ہر طرح کی تقویم کو شامل ہے چاہے نصاب کی قیمت کیلئے کی جائے یا صدقۃ فطر میں جنس کی تقویم کیلئے کی جائے، چنانچہ اگر ہم اسے نصاب کی تقویم کے ساتھ خاص کریں گے تو پھر کفارہ میں تقویم کا کیا جواب ہوگا؟ کیونکہ کفارے کی صورت میں اگر کوئی شخص محتاج کو کھانا کھلانے کی جگہ اس کی قیمت دینا چاہے تو اس صورت میں احتیاطاً دو کلو گندم کی قیمت ادا کرے گا (ہندیہ ۱/۲۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ) اور ظاہر ہے اس کی تقویم اسی جگہ کے اعتبار سے کرے گا جہاں مال موجود ہے جیسا کہ اس اصولی جزئیہ سے معلوم ہوا۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ کفارے کی ادائیگی میں تو نصاب کی تعیین کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے کیونکہ وجوب کفارہ کیلئے سبب کفارہ ہونا ضروری ہے نہ کہ صاحب نصاب ہونا۔ نیز اسی طرح اگر کوئی شخص نذر مانتا ہے کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو ایک بکرا صدقہ کروں گا اب اگر اس کی نذر پوری ہوجاتی ہے تو اصل تو یہ ہے کہ وہ بکرا صدقہ کرے البتہ اگر وہ بکرے کی جگہ محتاج کو اس کی قیمت ادا کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے اب اس قیمت کی تقویم کس مکان کے اعتبار سے ہوگی؟ تو اس اصولی جزئیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بکرے کی قیمت کی تقویم مکان مال کے اعتبار سے ہوگی۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ شئ منذورہ کی تقویم کا نصاب سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کے باوجود اس میں مکان مال کا اعتبار ہے بالکل اسی طرح یہ اصولی جزئیہ صدقۃ فطر اور فدیہ کی تقویم کو شامل ہوگا۔

نیز اگر کوئی شخص صدقۃ فطر میں مکان سوڈی کا اعتبار کرنے میں یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ کیونکہ دبئی وغیرہ کے نرخ کا اعتبار کرنے میں جہاں سوڈی موجود ہے وہ انفع للفقراء ہے لہذا اس اصول کی بناء پر مکان سوڈی ہی کی قیمت کا اعتبار کرنا ضروری ہوگا نہ کہ مکان مال کا، کیونکہ دبئی میں صدقۃ فطر پاکستان کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اس لئے وہ انفع للفقراء ہے۔

اس بابت بندہ عرض کرتا ہے کہ اگر صورت اس کے برعکس ہوجائے مثلاً ایک شخص دبئی میں ہی رہتا ہے اور اس کا مال بھی دبئی میں ہے نصاب سے بھی زیادہ ہے جبکہ پاکستان میں اس کا مال موجود نہیں ہے اگر وہ شخص عید کے موقع پر پاکستان آتا ہے تو اس صورت میں وہ فطرہ پاکستان کے نرخ کے اعتبار سے ادا کرے گا یا دبئی جہاں اس کا مال موجود ہے اس کے اعتبار سے کرے گا؟ اگر آپ کہیں کہ

2

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دارالافتاء

دبئی کے اعتبار سے کرے گا تو یہ اصول کے موافق ہے کیونکہ اس کا مال دبئی میں ہے۔ اگر تقویم میں مکان مؤدی کا اعتبار کیا جائے تو ایسے شخص پر پاکستان کے نرخ کے اعتبار سے صدقۃ فطر واجب ہوگا۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اس صورت میں دبئی کی قیمت کا جو اعتبار کیا جائے گا وہ اس وجہ سے نہیں کہ اس کا مال دبئی میں موجود ہے بلکہ اس لئے اس پر دبئی کے نرخ کے اعتبار سے فطرہ واجب ہوگا کیونکہ وہ انفع للفقراء ہے ایسے حضرات کی خدمت میں بندہ عرض کرتا ہے کہ اگر ہر مسئلہ میں تقویم اس جگہ کے اعتبار سے کی جائے گی جہاں کی تقویم انفع للفقراء ہے تو پھر تقویم مال کا یہ اصول لغو ہو جائے گا لہذا راجح یہی معلوم ہوتا ہے تقویم مال سے متعلق درمختار کا یہ جزئیہ تقویم نصاب کے علاوہ مقدار صدقۃ الفطر، نذر اور کفارہ وغیرہ کی تقویم کو بھی شامل ہے جس میں مکان مال کا اعتبار ہوگا نیز فقہاء کرام نے مکان مؤدی کا اعتبار جو صدقۃ الفطر میں کیا ہے وہ فقراء میں تقسیم کرنے کے اعتبار سے کیا ہے نہ کہ تقویم کے اعتبار سے۔

مسئلہ ھذا میں بعض حضرات کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صدقۃ الفطر میں مکان مؤدی کا لحاظ اس لئے کیا جاتا صحیح ہے کہ جس ملک میں کوئی شخص رہتا ہے وہ مالدار بھی ہوتا ہے مثلاً جو شخص بھی دبئی یا امریکہ وغیرہ میں رہتا ہے اس کیلئے وہاں کے نرخ کے اعتبار سے وہاں کا فطرہ ادا کرنا کون سا مشکل ہے؟

اولاً تو ان حضرات کی خدمت میں عرض ہے شریعت کے احکامات اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ قیاس آرائیوں پر، نیز یہ کہنا کہ باہر ممالک میں ہر شخص مالدار ہوتا ہے یہ بھی کوئی کلیہ نہیں ہے کیونکہ یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ بعض حضرات سعودی عرب وغیرہ میں نوکریاں کرتے ہیں اور ان کی نوکری جہاز دھونے کی ہی ہوتی ہے بہت سے لوگ یورپی ممالک میں جا کر برتن دھوتے ہیں آیا ان کو مالدار کہا جائے گا؟ لہذا ضابطہ یہی ہے کہ جہاں مال ہوگا وہیں کے نرخ کا اعتبار کیا جائے گا چاہے زکوۃ ہو فطرہ ہو، عشر وخراج ہو یا نذر و کفارات وغیرہ تمام چیزوں میں تقویم مکان مال کے اعتبار سے ہوگی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بندہ ناچیز نے اولاً فتویٰ اس بابت یہ دیا تھا کہ تقویم کے مسئلے میں بھی مکان مؤدی کا اعتبار ہوگا نہ کہ مکان مال کا، بندہ سمجھتا ہے کہ اس میں تسامح ہوا ہے کیونکہ مکان مؤدی کا اعتبار فقہاء نے صرف فقراء میں صدقۃ الفطر کی تقسیم سے متعلق کیا ہے جبکہ تقویم کے بارے میں درمختار کا صریح جزئیہ موجود ہے کہ زکوۃ، عشر اور صدقۃ الفطر وغیرہ کی تقویم مکان مال کے اعتبار سے ہوگی۔

نیز یہ اصول کے موافق بھی ہے کہ فطرے کے احکامات وہی ہیں جو زکوۃ کے احکامات ہیں جیسا کہ درمختار میں ہے "(وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف) وفي كل حال (إلا في) جواز (الدفع إلى الذمي) وعدم سقوطها بهلاك المال" (درمختار ۲/۳۶۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید) یعنی صدقۃ الفطر مصارف اور تمام مسائل میں زکوۃ کے حکم میں ہے سوائے ذمی کو دینے میں کہ زکوۃ ذمی کو دینا جائز نہیں جبکہ ایک قول کے اعتبار سے صدقۃ الفطر ذمی کو دینا جائز ہے اسی طرح دوسرا استثنائی مسئلہ یہ ہے کہ مال ہلاک ہو جانے کی بناء پر صدقۃ الفطر ساقط نہیں ہوتا جبکہ زکوۃ اگر مال ہلاک ہو جائے تو ساقط ہو جاتی ہے فقہاء کرام نے صرف مذکورہ دو مسئلوں اور چند اور مسائل میں زکوۃ اور صدقۃ الفطر میں فرق کیا ہے اگر تقویم کے مسئلے میں بھی فرق ہوتا تو فقہاء کرام اس کا بھی استثناء فرماتے لیکن تلاش بسیار

3

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دارالافتاء

کے باوجود تقویم کے مسئلے میں کوئی استثناء فقہاء کرام کا نہ ملنا کہ زکوۃ کی تقویم میں مکان مال کا اعتبار ہوگا جبکہ صدقۃ الفطر میں مکان مؤدی کا اس سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ فقہاء کرام نے مکان مؤدی کا اعتبار صرف فقراء میں تقسیم کے لحاظ سے کیا ہے نہ کہ تقویم مال کے اعتبار سے۔ نیز اس اصولی جزئیہ پر ہونے والے بعض اشکالات کا جواب ماقبل میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

لہذا بندہ سمجھتا ہے کہ اس بابت راجح یہی ہے کہ اگر کوئی شخص دبئی میں رہتا ہے اور وہاں اس کا نصاب بھی موجود نہیں ہے جبکہ اس کا مال بقدر نصاب چاہے نقد کی صورت میں یا ضرورت سے زائد اسباب کی صورت میں پاکستان میں موجود ہو تو اس صورت میں جہاں مال ہوگا وہیں کے نرخ کے اعتبار سے اس پر صدقۃ فطر واجب ہوگا اگرچہ اس کی ادائیگی اصح قول کے اعتبار سے دبئی ہی کے فقراء کو کی جائے گی البتہ اگر پاکستان کے فقراء زیادہ محتاج ہوں تو ان کو دینا بھی بلا کراہت جائز ہوگا۔

نیز یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کہ عام طور پر جہاں مؤدی ہوتا ہے وہاں اس کا مال بھی موجود ہوتا ہے لہذا اس بابت تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے کہ اس صورت میں مکان مؤدی کا اعتبار ہوگا کیونکہ اس کا مال بھی وہیں موجود ہے اسی طرح اگر مؤدی کے مکان میں بھی نصاب کے برابر مال موجود ہے اور دوسری جگہ بھی نصاب کے برابر مال موجود ہے تو اس صورت میں بھی تقویم کے مسئلے میں مکان مؤدی کا اعتبار ہوگا چاہے اس کے نابالغ بچے دوسری جگہ موجود کیوں نہ ہو، البتہ اگر مکان مؤدی میں نصاب کے برابر مال موجود نہیں ہے بلکہ دوسری جگہ اس کا مال نصاب کے برابر ہے تو اس صورت میں مکان مال کے اعتبار سے تقویم کی جائے گی مثلاً وہ حضرات جو بیرون ملک رہائش پذیر ہیں ان میں بعض حضرات کے مشاہرات انتہائی کم ہوتے ہیں جیسا کہ سعودی عرب وغیرہ میں بعض لوگوں کی تنخواہ ہزار یا بارہ سو ریال تک ہوتی ہے اور اس تنخواہ کو بھی وہ پاکستان گھر کے خرچ وغیرہ کیلئے بھیج دیتے ہیں اس لحاظ سے سعودی عرب میں وہ صاحب نصاب نہیں بنتے البتہ پاکستان میں ان کی ملکیت میں نقد رقم یا ضرورت سے زائد کوئی چیز نصاب کے برابر موجود ہوتی ہے جس کی وجہ سے صدقۃ الفطر ان پر واجب ہوتا ہے اب وہ حضرات صدقۃ الفطر کی ادائیگی میں کہاں کی تقویم کا اعتبار کریں گے تو اصولی طور پر جہاں ان کا مال موجود ہے یعنی پاکستان وہیں کی تقویم کا اعتبار ہوگا۔

اس مسئلے کی بابت بندہ ناچیز کے پاس اکابرین مفتیان کرام کے فتاوی بھی آئے ہیں جن میں اکثر کی رائے یہی ہے کہ تقویم کے مسئلے میں بھی مکان مؤدی کا اعتبار ہوگا نہ کہ مکان مال کا چنانچہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے مؤرخہ ۲۰/۹/۱۴۴۲ھ بمطابق ۱۳/۵/۲۰۲۱ء کو جو فتوی اس بابت شائع ہوا اس میں اکابرین دارالعلوم کراچی نے مسئلہ کا یہی حکم بیان کیا ہے کہ صدقۃ الفطر میں تقویم مکان مؤدی کے اعتبار سے ہوگی اس کی دلیل میں انہوں نے درمختار کی یہ عبارت نقل کی" والمعتبر في الزكاة فقراء مكان المال وفي الوصية مكان الموصي وفي الفطرة مكان المؤدي عند محمد وهو الأصح " نیز اس کے بعد حاشیہ طحطاوی علی المراقی الفلاح ، البحر الرائق ، فتح القدیر ، بدائع الصنائع اور شامیہ کی عبارات نقل کی ہیں۔ بندہ ناچیز یہ بات واضح کر چکا ہے کہ ان تمام جزئیات کو فقہاء کرام نے باب المصرف میں ذکر کیا ہے یعنی زکوۃ اور صدقۃ الفطر کہاں کے فقراء کو دیا جائے گا تو زکوۃ بالاتفاق جہاں مال موجود ہے وہاں کے فقراء کو دی جائے گی جبکہ صدقۃ الفطر میں اصح قول کے مطابق جہاں مؤدی ہے اسی علاقے کے فقراء میں صدقۃ الفطر تقسیم کیا جائے گا 4

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دارالافتاء

جبکہ صدقۃ الفطر کے مال کی تقویم کس جگہ کے اعتبار سے ہوگی تو اس کو فقہاء نے باب زکاۃ الغنم میں ذکر کیا ہے جس میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے" ویقوم فی البلد الذی المال فیہ "جیسا کہ درمختار کے حوالے سے بندہ بیان کر چکا بظاہر اکابر مفتیان کرام کے ان جیسے حوالوں سے یہ تاثر قائم ہو رہا ہے کہ شاید تقویم کے مسئلے میں یہ جزئیات صریح ہیں۔

بندہ ناچیز سمجھتا ہے کہ یہ تسامح ہے اولاً تو اس وجہ سے کہ فقہاء کرام نے اس جزئیہ کو باب المصرف میں ہی ذکر کیا ہے یعنی فقراء کے بیان میں نہ کہ تقویم کے بیان میں۔

ثانیا: اس جزئیہ کے ماتحت کسی بھی فقیہ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ مکان مؤدی کا اعتبار فقراء کی طرح تقویم کے مسئلے میں بھی ہے اگر ایسا ہوتا تو کوئی ایک فقیہ کم از کم اس کی طرف اشارہ کر دیتا جو کہ ندارد ہے جبکہ باب زکوۃ الغنم والا جزئیہ جس میں مکان مال کا اعتبار زکوۃ کے علاوہ عشر، خراج اور صدقۃ الفطر وغیرہ میں کیا گیا ہے اس کے ماتحت کسی شارح یا محشی نے یہ فرق بیان نہیں کیا کہ" ویقوم فی البلد الذی المال فیہ "یہ صرف زکوۃ سے متعلق ہے صدقۃ الفطر وغیرہ سے متعلق نہیں ہے لہذا اصل یہی ہے کہ تقویم میں اسی جگہ کا اعتبار ہوگا جہاں مال موجود ہوگا۔

ثالثا: شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے تقویم کے مسئلے سے متعلق جو جواب دیا ہے اس میں اگرچہ حضرت نے تقویم میں بھی مکان مؤدی کا اعتبار کیا ہے لیکن اس بات کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ اس سے متعلق مجھے کوئی صریح جزئیہ نہیں مل پایا چنانچہ امداد الاحکام جلد سوم صفحہ نمبر ۴۱ (مطبوعہ دار العلوم کراچی) پر حضرت فرماتے ہیں" والثانی راجح عندی نظراً الی العلۃ ولم ارہ صریحاًفلیراجع "اگر مکان مؤدی کا اعتبار ہونے پر باب المصرف والا جزئیہ صریح ہوتا تو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ یہ نہ فرماتے "ولم ارہ صریحاً"

رابعا: امداد الفتاوی جلد دوم صفحہ نمبر ۱۰۶ (مطبوعہ دار العلوم کراچی) پر صدقۃ الفطر کی ادائیگی سے متعلق حضرت اقدس حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک استفتاء کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ زکوۃ کا حکم تو اس سے پہلے گزر چکا اور فطرہ ادا کرنے والے کا مکان معتبر ہے وہاں کے اوثق ہوں گے اور بالضرورت مذکور اتفصیل نقل کر دہ ہوگا" فی الدر المختار وفی الفطرۃ مکان المؤدی عند محمد وھو الاصح "اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے مکان مؤدی کا اعتبار صدقۃ الفطر کی تقسیم کے بارے میں فرمایا ہے اور اس پر باب المصرف والا جزئیہ ہی دلیل کے طور پر نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ جزئیہ فقراء میں تقسیم کے اعتبار سے ہے نہ کہ تقویم کے اعتبار سے۔

خامسا: فتاوی محمودیہ دسویں جلد صفحہ نمبر ۱۸۹ (مطبوعہ جامعہ فاروقیہ کراچی) پر حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس نرخ سے اپنی ضروریات پوری کی جاتی ہیں اسی نرخ سے فطرہ اور فدیہ دے دیں ظاہر ہے کہ آج کل کنٹرول سے عامتاً ضروریات پوری نہیں ہوتی اس لئے بازاری نرخ سے دیں۔ انتھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فطرے اور فدیے میں جس جگہ کے بازاری نرخ کو بیان فرمایا ہے فتاوی محمودیہ کے محشی نے حاشیے میں دلیل کے طور پر درمختار کا یہی جزئیہ نقل کیا ہے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دارالافتاء

جزئیہ زکوۃ، فطرہ، فدیہ، عشر اور کفارہ وغیرہ کی تقویم مکان مال کے اعتبار کرنے پر صریح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے اکابرین نے بھی اسی جزئیے سے استدلال کرتے ہوئے بغیر کسی استثناء کے تقویم کے مسئلے میں مکان مال کا اعتبار کیا ہے نہ کہ مکان مؤدی کا۔ اس لئے بندہ ناچیز سمجھتا ہے کہ حضرات مفتیان کرام کا باب المصرف والے جزئیہ سے مسئلہ تقویم مراد لینا محل نظر ہے۔

دوسرا فتوی اکابرین مفتیان کرام جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کا بندہ کو موصول ہوا جس کا فتوی نمبر ۱۴۴۰۰۸۲۰۲۰۰۸ ہے اس میں بھی حضرات اکابرین نے صدقۃ الفطر میں تقویم کے مسئلے میں مکان مؤدی کا اعتبار کیا ہے اور اس کے حوالوں میں درمختار، شامی، ہندیہ کا حوالہ دیا ہے اور ان ہی جزئیات کا حوالہ دیا ہے جو باب المصرف سے متعلق ہیں نہ کہ تقویم سے جس کا جواب بندہ نے گزشتہ سطور میں دے دیا۔

نیز تیسرا فتوی جو ہمیں موصول ہوا وہ فتاوی دارالعلوم زکریا جلد سوم صفحہ نمبر ۳۴۳ (مطبوعہ زمزم پبلشر کراچی) کا ہے اس میں بھی حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے یہی جواب دیا ہے جو شخص ساؤتھ افریقہ میں رہتا ہے وہ وہیں کے حساب سے قیمت لگا کر صدقۃ الفطر ادا کرے گا دلیل میں حضرت نے شامیہ اور بحر الرائق کے حوالہ سے ایک جزئیہ تو وہی نقل کیا ہے جو باب المصرف سے متعلق ہے جبکہ دلیل میں ایک فتوی دارالعلوم دیوبند کا ذکر کیا ہے جس کے الفاظ ہیں "یعتبر قیمۃ البر فی صدقۃ الفطر بقدر ما یکون فی بلد المعطی لا ما یکون فی المصر "یعنی گندم کی صدقۃ الفطر میں قیمت کا اعتبار معطی (مؤدی) کی جگہ کا ہوگا نہ کہ کسی اور شہر کا۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ فتاوی دارالعلوم دیوبند کے جواب سے بظاہر تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ صدقۃ الفطر کی تقویم میں مکان مؤدی کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن اگر سوال کو دیکھا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب میں بھی مکان مال کا ہی اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ سوال جو کہ عربی زبان میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سائل نے یہ استفسار کیا ہے کہ ہمارے علاقے سے شہر تقریبا چودہ میل کی مسافت پر ہے جبکہ ہمارے علاقے میں ایک بازار ہے شہر میں اشیاء کے جو نرخ ہیں وہ سستے ہیں جبکہ ہمارے علاقے کے بازار میں ان چیزوں کو بہت زیادہ قیمت میں فروخت کیا جاتا ہے تو سوال یہ ہے کہ ہمارے لئے یہ گنجائش ہے کہ ہم صدقۃ الفطر کی تقویم میں اپنے علاقے کے بازار کے بجائے شہر میں جو نرخ گندم یا آٹے کے ہیں اس کے مطابق صدقۃ الفطر ادا کریں۔ اس استفتاء میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ سائل کا مال شہر میں موجود ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ سائل کا مال وہیں موجود ہے جہاں وہ رہتا ہے البتہ اس نے پوچھا یہ ہے کہ میں کہاں کے نرخ کا اعتبار کروں اس پر حضرت نے یہ جواب عنایت فرمایا کہ معطی کے شہر کا اعتبار ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس کا مال بھی وہیں ہوگا یہی وجہ ہے کہ فتاوی دارالعلوم دیوبند کے محشی حضرت مفتی ظفیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ میں جو جزئیہ نقل کیا ہے وہ وہی ہے جو بندہ نے تقویم کی دلیل کے طور پر ماقبل میں پیش کیا ہے جس میں صراحت ہے "ویقوم فی البلد الذی المال فیہ "اس سے معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں بلد معطی کا جو اعتبار کیا ہے وہ مکان مؤدی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مکان مال کے اعتبار سے ہی ہے۔

لہذا بندہ سمجھتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا یہ جزئیہ صدقۃ الفطر کی تقویم کے مسئلے میں مکان مؤدی کے اعتبار کو ثابت کرنے کے بارے میں محل نظر ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

آخر میں بندہ ناچیز ان تمام اکابرین سے درخواست کرتا ہے کہ اگر فقہاء کرام کی کوئی صریح عبارت اس بارے میں موجود ہو کہ صدقۃ الفطر کی تقویم میں مکان مؤدی کا اعتبار ہوگا نہ کہ مکان مال کا تو وہ حضرات اس مسئلہ میں بندہ کی رہنمائی فرمائیں فی الحال بندہ کا موقف یہی ہے جو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد آپ کو اس مسئلہ میں تشفی ہو جائے گی۔

ھذا ما ظہر لی من الفتاح الوھاب

کتبہ

سید نجم الحسن امروہوی

خادم الحدیث والافتاء، جامعہ دار العلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

۲۹/۹/۱۴۴۲

۱۲/۵/۲۰۲۱

رئیس دارالافتاء
المفتی سید نجم الحسن امروہوی

دارالافتاء

12 MAY 2021

Scanned with CamScanner